انشاءاللہ تعالیٰ فیضانِ صدیقی جاری رہیگا

آپ بھی صدیقی مشن کے ہمسفر بنیں

نورِ قرآن و حدیث سے منور ہونے کیلئے

تصوّف کے اسرار و رموز سے آشنائی کیلئے

سیرت کی تعمیر، قلوب کی تطہیر، اعمال کی درستگی، عقائد کی پختگی کیلئے

مرشدِ کریم حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کے علمی و روحانی خطبات سے

اکتساب فیض کیلئے

کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو تحفہ بھی دیں

سالانہ خریداری -/250 روپے بمعہ ڈاک خرچ

آپ بھی حاصل کرنے کیلئے رابطہ فرمائیں

خاکپائے مرشد: حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی (مدیرِ اعلیٰ) ماہنامہ محی الدین فیصل آباد

0321-7611417

ناشر: صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا موثر لائحہ عمل

نقیب صبح سعادت

مجلہ محی الدین فیصل آباد

فیضانِ صدیقی جاری رہیگا

بفیضانِ نظر سلطان نیریٰ حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ ظلِ عاطفت آفتابِ علم و حکمت واقفِ رموزِ حقیقت

حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر

جلد نمبر 2 ربیع الاول 1437ھ 2015 شمارہ نمبر 10

اس شمارے میں

کمپوزنگ: محمد عثمان قادری • ٹائٹل ڈیزائن: محمد کلیم رضا

جملہ ممبران

محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد

رابطہ آفس

فاروق آرٹس

سیکنڈ فلور دکیلانوالی گلی نمبر 4-5 کچہری بازار فیصل آباد

رابطہ نمبرز

041-2636130

0321-7611417

ناشر

صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

جامع مسجد محی الدین

سدھار (سبزی منڈی) جھنگ روڈ فیصل آباد

ادار یہ:

پیغامِ نور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ میلاد النبی ﷺ ہر صاحب ایمان کیلئے مسرت وخوشی کا مہینہ ہے۔ میلاد النبی ﷺ کی خوشی کا ہر گلی محلّہ، مسجد وخانقاہ، دکان ومکان بازاروں میں پورے وقار سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کا فضل ہے۔۔۔۔۔اللہ کی رحمت ہے۔۔۔۔۔اللہ کی دی ہوئی توفیق ہے۔

دوستو ! مجھے میرے مرشد کریم حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب کے لختِ جگر پیر طریقت حضرت صاحبزادہ علامہ پیر نور العارفین صدیقی صاحب خطیب اعظم اولڈھم برطانیہ سے شرف ملاقات نصیب ہوا۔ اہلسنت وجماعت کی مجموعی حالت پر گفتگو ہوئی۔ بہت سے حقائق سے نقاب اُٹھے۔ حقیقت بیان ہوئی۔ بالخصوص اہلسنت وجماعت کی تعلیمی سرگرمیاں مدارس کی حالت جستجوئے علم میں کمی، اعمال میں کوتاہی، خانقاہی نظام کی صورت حال، اور دیگر کئی اہم اُمور پر صاحبزادہ صاحب نے اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا۔ اُن میں سے ماہ میلاد النبی ﷺ میں جشن منانے کے طریقوں پر جو ضروری ارشادات فرمائے گئے اُن کا خلاصہ پیش خدمت کر رہا ہوں۔ جو ہمارے لئے قابل عمل دستور ہے۔ جس سے ہم اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتے ہیں اور درست سمت اختیار کر کے سرخرو ہو سکتے ہیں۔

چند گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔

☆ جشن میلاد النبی ﷺ میں سجاوٹ آرائش میں مناسب خرچ کیا جائے۔ میانہ روی اختیار کی جائے اور مدارس کی ترقی میں اپنا حصہ شامل کیا جائے۔ تاکہ اسلامی تعلیمات کا فروغ ہو اور حضور نبی پاک ﷺ کی آمد مبارک کا مقصد معلوم ہو سکے۔

☆ نیک نیت سے جشن میلاد کا جلوس نکالا جائے اور ہر غیر شرعی حرکت سے پاک رکھا جائے تاکہ تقدس پامال نہ ہو۔

☆ اسلام کا اہم ستون نماز کو ترک نہ کیا جائے۔ سجاوٹ کرتے ہوئے فرض کو چھوڑ دینا

بڑی نادانی ہے مستحب کو آگے اور فرض کو پیچھے کرنا حماقت ہے۔

☆ اس خوشی کے موقع پر غریب پروری کی جائے۔ لنگر کو پورے وقار سے تقسیم کیا جائے تاکہ غریب پروری، یتیم پروری سے حضور ﷺ کی آمد مبارک کا مقصد پورا ہو سکے۔

☆ مقاصدِ میلاد کو سمجھا جائے خطیر رقم سڑکوں، گلیوں کو سجانے میں خرچ کرنے کی بجائے اس گلی میں کوئی مستحق تلاش کر کے اس کی مدد کی جائے۔

☆ محافل نعت میں مستند عالم دین کا خطاب ضرور رکھیں۔ تاکہ سیرت رسول ﷺ کا نور نصیب ہو سکے۔

☆ محافل کا دورانیہ مختصر مگر جامع ہو تاکہ محفل میلاد کی برکت سے تہجد نصیب ہو نہ کہ فجر کی نماز بھی قضاء ہو جائے۔

☆ ناموری، شہرت کیلئے کوئی بھی صالح عمل قبول نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر صالح عمل اللہ کی رضا ہونا ضروری ہے۔ مطالعے کا شوق بڑھانے، سیرت مطہرہ کا نور حاصل کرنے، عشقِ رسول ﷺ کے فروغ کیلئے، قرآن وحدیث سے منور ہونے کیلئے۔ محافل میلاد میں لٹریچر مفت تقسیم کیا جائے تاکہ تعلیمات اسلام سے روشنی لے کر دارین کی کامیابی حاصل کی جا سکے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت سے محبت کی جائے۔ یوم میلاد النبی ﷺ پر اجتماعی توبہ کر کے فکر آخرت پیدا کی جائے۔ اور درود وسلام کے نذرانے پیش کر کے اسلام کی سربلندی کیلئے اپنا تن من دھن کا نذرانہ پیش کرنے کا عزم کیا جائے۔

آؤ خود کو بھی بدلتے ہیں اور دوستوں کو بھی پیغام نور دیتے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دھر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

از: محمد عدیل یوسف صدیقی
(مدیر اعلیٰ ماہنامہ محی الدین)

شمائل النبی ﷺ

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اعجاز صدیقی صاحب
پی ایچ ڈی سکالر (محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف)

(قسط اول)

سلام کی اساس و بنیاد توحید و رسالت پر ہے جس ہستی کی رسالت و نبوت کو تسلیم کر کے ہم مسلمان ہوئے ہیں۔اس کی نقش پا کی اتباع ہمارا فریضہ ایمانی ہے۔لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (ا) اس اتباع کے نتیجے میں آپ ﷺ کی ذات و صفات سے عقیدت و محبت کا پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔صاحب شمائل ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنی زندگی میں سموئے بغیر اس محبت میں کمال پیدا نہیں ہوتا۔آپ ﷺ کی اتباع میں حصول کمال اور عقیدت و محبت کے لازمی تقاضے پورے کرنے کیلئے ہر مسلمان آپ ﷺ کے خلقی امتیازات اور خلقی اوصاف کو جاننے کی دلی تمنا رہتا ہے۔

شمائل النبی ﷺ کی تعریف

شمائل سے مراد ذکر رسول ﷺ کا وہ باب ہے۔جس میں آپ ﷺ کے وجود اقدس کے خال و خط، اقوال و افعال، عبادات و مجاہدات، طہارت، نظافت، مشروبات، مرغوبات، معاملات، تکلم، تبسم، اور ایثار و وفا کے بارے میں احادیث کو یکجا کیا گیا ہے۔

علامہ قسطلانیؒ نے شمائل کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

جو تخلیقی، جسمانی حسن و جمال، پاکیزہ، اخلاق، پسندیدہ عادات اور ہر وہ صفت جو ضروریات زندگی میں سے ہے۔ان تمام میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو فضیلت دی ہے یہ سب آپ ﷺ کے شمائل شمار ہوتے ہیں۔حضور ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلو ہیں جن میں سے ایک اہم پہلو آنحضرت ﷺ کے شمائل و خصائل کا بھی ہے۔شمائل کا موضوع ہی ایک ایسا موضوع ہے جس میں حضور ﷺ کی ظاہری و باطنی سیرت و صورت، چال ڈھال، آپ ﷺ کی نشت و برخاست آپکی حالت، امن و جنگ، آپ کا سونا جاگنا، آپ کا کھانا پینا، آپ کا میل جول، آپکی ختم

نبوت اور مُہر نبوت سب ہی کا بیان ہے۔آپ کی عمر مبارک اس میں پیش آمدہ واقعات و حالات، آپ کی عسرت و تنگدستی، آپ کی فتوحات، آپ کا لباس اور آپ کی استعمال کی اشیاء، آپ کا مزاح و مذاق، آپ کی حسنِ معاشرت پر سیر حاصل ابحاث اس میں موجود ہیں، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

نبی کے جو شمائل کا بیان ہے
محبوں کی لیے آرام جاں ہے
زبان ہند میں اس کو سناؤں
رلاؤں عاشقوں کو اور ہنساؤں

(2) غرضیکہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کے ہر ہر پہلو اور گوشے پر اس شعبہ شمائل کے ذریعے روشنی ڈالی گئی ہے۔اس موضوع پر علماء امت نے متعدد مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان سب میں سب سے فائق کتاب امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کی شمائل ترمذی ہے جو صحت کے ساتھ ہر لحاظ سے اعلیٰ اور اقدم ہے اس کتاب کے بارے میں حضرت ملا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضور ﷺ کے اخلاق و عادات پر ترمذی نے کیا ہی اچھی کتاب لکھی ہے مختصر اور جامع اور مکمل مطالعہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سیرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آپکی سیرت کا ہر گوشہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے

کھانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ

ہاتھ دھونا زیادتی خیر کا باعث ہے۔

حضرت انسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں خیر زیادہ ہو اسے چاہیے کہ کھانا آئے تو ہاتھ دھوئے اور جب فارغ ہو جائے تو ہاتھ دھوئے۔

ہاتھ دھونا باعث رحمت ہے

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے سے فراغت کے بعد ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے۔میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے

فرمایا کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے۔

کھانے کی ابتداء بسم اللہ سے

حضرت انسؓ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ بسم اللہ کہواور اپنی جانب سے کھاؤ۔

حضرت عمر بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ ﷺ نے فرمایا بسم اللہ کہواور اپنی جانب سے کھاؤ

بسم اللہ کہہ لینے سے شیطان پر اثر

حضرت امیہ خشیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کھاتا ہوا دیکھا اور اس نے بسم اللہ (شروع میں) نہیں پڑھی تھی، پھر بعد میں **بسم اللہ اولہ و اخرہ** پڑھ لیا تو آپ ﷺ نے (اس کے متعلق) فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے کھایا ہوا اگل دیا اور اس کے پیٹ میں کچھ باقی نہ رہا۔

(3) فائدہ: کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، بعض علماء کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک کرنے پر گناہ ہوگا، اگر کسی وجہ سے شروع میں خیال نہ رہا تو درمیان میں یاد آنے پر بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے

حضرت عمر بن سلمہؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بچے اللہ کا نام لو، اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور قریب سے کھاؤ

خلاف سنت کی سزا

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا دہیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے (تکبراً و عاضاً) کہا میں نہیں کھاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نہیں کھا سکو گے، چنانچہ اس کے بعد اس کا بایاں ہاتھ شل ہو گیا۔

اپنے قریب سے کھانا سنت ہے

حضرت عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں پلیٹ کے چاروں طرف سے کھا رہا تھا تو

آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جانب سے کھاؤ برتن کے بیچ سے کھانا بے برکتی کا باعث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برکت بیچ کے کھانے میں اترتی ہے لہذا کنارے سے کھاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب کھانا پیش کیا جائے تو کنارے سے شروع کرو بیچ کا حصہ چھوڑ دو کیوکہ برکت بیچ کے حصہ پر نازل ہوتی ہے۔

برتن صاف کرنا مغفرت کا باعث

حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پیالہ میں کھا رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو برتن میں کھائے اور اسے صاف کرے تو برتن اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

(4)انگلیوں کو چاٹنا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے تو تین انگلیوں سے تناول فرماتے اور فارغ ہونے تو انگلیوں کو چاٹ لیتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگلیوں کا چاٹنا باعث برکت ہے۔

فائدہ: انگلیوں کو چاٹنے اور برتن صاف کرنے کی بڑی فضیلت اور تاکید ہے، کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا مستحب ہے۔ بغیر چاٹے ہاتھ دھونا ممنوع ہے۔ انگلیاں جس میں اجزاء لگے ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو یہ طریقہ رائج ہو گیا ہے کہ برتن کو صاف ہی نہیں کرتے، یا اس میں کچھ چھوڑ دیتے ہیں، یہ نہایت قبیح اور خلاف سنت فعل ہے جو غیروں سے آیا ہے یہ کہنا کہ چاٹنا حرص کی علامت ہے جہالت ہے بلکہ نعمت خداوندی کی قدر کی علامت ہے اگلیوں کا چاٹنا دافع کبیر۔

انگلیاں تین مرتبہ چاٹنا سنت ہے

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین

مرتبہ چاٹا کرتے تھے۔

گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھانا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے کھا لے، شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

فائدہ: گرے ہوئے لقمے کے اٹھانے اور کھانے میں قباحت یا کراہت محسوس نہ کرے ،سنت سمجھ کر کھالے تو ثواب عظیم پائے گا،لوگوں کے کچھ کہنے یا سوچنے کی پرواہ نہ کرے، شاید کہ اسی میں برکت ہو۔

شیطان کھانے کے وقت بھی آتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان تم میں ہر ایک کے پاس آتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی آتا ہے بس اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے کھالے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور

(5) فراغت پر انگلیوں کو بھی چاٹ لے، اسے کیا معلوم کہ کھانے کے کس جز میں برکت ہے۔

فائدہ: کھانے کے دوران کوئی لقمہ یا کھانے کے اجزا، اگر ادھر ادھر دستر خوان سے باہر گر جائیں تو اسے اٹھا کر کھا لینا مسنون ہے، اگر گرد وغیرہ لگ جائے تو اسے صاف کر کے دھو کر کھا لینا چاہیے اس میں کراہت محسوس نہ کرے شاید کہ اسی میں برکت اور تغذیہ اور صحت مقدر ہے۔

برتن کی دعا

حضرت نبیشہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی برتن میں کھائے پھر اسے خوب صاف کرے تو برتن اسے دعا دیتا ہے کہ جس طرح اس نے مجھے شیطان سے آزاد کیا اے اللہ آپ اسے جہنم سے آزاد کیجئے۔

فائدہ: برتن معصوم ہے اس کی دعا مقبول ہے۔ اس معمولی کام پر کتنے ثواب اور برکات ہیں۔

کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ کو رومال سے اس وقت تک نہ پونچھو تاوقتیکہ اسے صاف نہ کرلو۔

دستر خوان پر کھانا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر اور نہ تشتریوں میں کھانا تناول فرمایا ہے پوچھا پھر کس پر کھاتے تھے کہا دستر خوان پر۔

گرم کھانا آجائے تو ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا جائے

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس جب (گرم) ثرید لایا جاتا تو اسے ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیتیں، تو اسے ڈھانک دیا جاتا، یہاں تک کہ اس کی بھاپ ختم ہو جاتی اور یہ کہتیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے (کہ یہ ٹھنڈا کر کے) کھانا بڑی برکت کا باعث ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کھانا گرم نہیں کھانا چاہیے، گرم کھانا آجائے اسے ٹھنڈا ہونے دینا چاہیے۔ گرم سے مراد وہ گرم ہے جو منہ اور ہاتھ کو تکلیف دے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے آگ نہیں کھلائی، اس سے تیز گرم کا مفہوم واضح ہے۔ البتہ چائے اس ممانعت سے مستثنٰی ہے کیونکہ اس کا گرم پینا ہی نافع ہے۔ (جاری ہے)

حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

فرماتے ہیں۔

انسان نیکو کار ہو یا گناہ گار استغفار سے کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ نیکی کے بعد استغفار اس لئے کہ تکبر پیدا نہ ہو اور گناہ کے بعد استغفار اس لئے کہ عذاب سے نجات ملے۔ (مفتاح الکنز)

اُمت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق

از: ڈاکٹر عبدالشکور ساجد صاحب

جنرل سیکرٹری مرکز تحقیق فیصل آباد

ربیع الاول کے مبارک ساعتیں ہر سال ہمیں یہ بات یاد دلاتی ہیں۔ کہ اس ماہ میں اس نبی رحمت ﷺ کی آمد ہوئی جو سر سے پاؤں تک اللہ تعالیٰ کی بُرھان ہیں اور اس کی ذات کی روشن دلیل ہیں جو تمام کائنات کے لئے رُشد و ہدایت کا مینارہ ہیں۔ جو جملہ مخلوقات کے لئے رحمتِ اتم ہیں جن کی آمد سے کفر و ظلمت کے گہرے بادل چھٹ گئے اور ایمان کا اجالا چار سُو پھیل گیا۔ ظلم و ستم اور بدامنی کا دور ختم ہوا اور شرق و غرب میں امن و سلامتی کی بہار آ گئی۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے باہم شیر و شکر ہو گئے۔ غلاموں کو آزادی ملی۔ عورتوں کو عزت ملی۔ یتیموں، بے نواؤں اور بے سہاروں کو آسرا ملا۔ بحرِ ظلمت میں بھٹکنے والوں کو کنارہ ملا۔ اُس نبی رحمت ﷺ کے ہم پر اَنگنت احسانات ہیں۔ جس پر ہم ان کے جتنے بھی شکر گزار ہوں کم ہے۔ تاہم آپ ﷺ کی امت پر آپ ﷺ کے چند حقوق ہیں۔ جن کی بجا آوری ہر امتی کا فرض ہے۔ جن کا ذکر یہاں پر کر رہے ہیں۔

ایمان لانے کے بعد مومن پر نبی اکرم ﷺ کا پہلا حق عشقِ رسول ﷺ ہے۔ یعنی اپنے دل میں آپ ﷺ کی محبت کائنات کی ہر چیز یعنی مال، اولاد، والدین سے بڑھ کر ہو۔ احادیث مبارکہ میں ہے۔

☆ ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اولاد اور سب سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''۔ صحیح بخاری: کتاب الایمان

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''تجھ پر افسوس ہے تو نے اس دن کے لئے کیا تیاری کی ہے'' اس نے جواب دیا۔ ''میں نے اس دن کے لئے کچھ تیار نہیں کیا۔ ہاں اللہ اور اس کے

رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''انسان اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری)

پس پہلا حق بندہ مومن پر اس کے آقا کریم ﷺ کا یہ ہے کہ اس ہستی سے والہانہ عشق کیا جائے اور اس کی محبت کو دنیا کی ہر چیز اور ہر نعمت سے مقدم سمجھا جائے۔

☆ اُمت پر نبی برحق سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مکمل اتباع اور اطاعت کی جائے۔ آپ ﷺ کے ارشادات پر مکمل عمل کیا جائے اور آپ ﷺ کی سنتوں پر ہر ممکن طور پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس بارے میں فرمایا ہے۔

ترجمہ: اور اللہ اور رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔

ترجمہ: تم فرما دو کہ حکم مانو۔ اللہ کا اور رسول کا۔

اطاعتِ رسول ﷺ کے بارے میں احادیث میں بہت تاکید ہے۔

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری)

☆ ایک اور حدیث پاک ہے۔ ''جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو اور جب کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو۔ (صحیح بخاری 1082)

ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی اطاعت اور کامل اتباع مومن پر آپ ﷺ کا دوسرا حق ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ کا اپنی امت پر ایک حق یہ بھی ہے۔ کہ آپ ﷺ کی عظمت، شان اور مقام و مرتبہ کا مکمل خیال رکھا جائے۔ آپ ﷺ کا بارگاہ اقدس میں ادب و احترام اور تقدس کے اعلیٰ ترین مراتب کو ذہن میں رکھا جائے۔ اور آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو جان سے زیادہ عزیز سمجھا جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ترجمہ:تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول ﷺ کی تعظیم اور توقیر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔(سورۃ الفتح)

ایک اور مقام پر بارگاہِ مصطفوی کے آداب بیان کرتے ہوئے کہا گیا۔

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی مکرم کی آواز سے اور ان کے حضور بات چیخ کر نہ کرو۔جس طرح ایک دوسرے سے چیختے ہو۔ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو''۔(الحجرات:2)

☆ ایک حدیث پاک میں ہے۔حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ شریف کے قریب ابطح کے مقام پر دیکھا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا وضو کیا ہوا پانی ایک برتن میں لیا تو لوگ اس پانی کی طرف بھاگ پڑے۔جسے اس پانی میں سے کچھ حصہ ملا اس نے اپنے منہ پر مل لیا اور جسے نہ مل سکا اس نے دوسرے ساتھی کے ہاتھ سے نمی سے ہی برکت حاصل کر لی''(بخاری،مسلم)

☆ گویا بارگاہ مصطفوی ﷺ کے آداب کا مکمل خیال رکھنا اور آپ ﷺ کی تعظیم اور توقیر بجا لانا تقاضائے ایمان ہے اور امت پر آپ ﷺ کا حق ہے۔

☆ امت پر نبی کریم ﷺ کا ایک اہم ترین حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عزت، شان اور وقار کی مکمل حفاظت کی جائے۔اگر اس مقدس فرض کی بجا آوری میں اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑے تو اسے اپنی سعادت اور خوش بختی جانا جائے اور اگر کوئی فرد توہینِ رسالت کا ارتکاب کرے تو اس کی سرکوبی کے لئے بھرپور جدوجہد کی جائے تاکہ اس کو اس کے کیے کی سزا مل سکے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے۔دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت پر پانچواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات برحق پر درود

سلام کے گلدستے پیش کیے جاتے رہیں۔فرمانِ الٰہی ہے۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس شان والے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب اور محبت) سے خوب سلام عرض کیا کرو۔(سورۃ الاحزاب:56)

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا۔اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دس گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیے جائیں گے۔(مشکوۃ)

☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمای۔ ''قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہے''۔(الجامع الصغیر)

لہٰذا امتی پر لازم ہے کہ شب و روز ہر لمحہ ہر ساعت اپنے پیارے آقا ﷺ کے حضور ہدیہ درود وسلام پیش کرتا رہے۔

آل رسول ﷺ اہل بیت پاک سے محبت اُمت پر نبی کریم ﷺ کا ایک اہم حق ہے۔

☆ بہت سی احادیث میں اہلِ بیت سے والہانہ الفت کی تلقین کی گئی ہے۔سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔''اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے پیشِ نظر میرے اہلِ بیت سے محبت کرو''۔(جامع ترمذی)

پس آقا کریم ﷺ کے گھرانے سے محبت بہت اہم حق ہے۔

☆ مدینہ منورہ کی روشن اور پرنور بستی کائنات میں افضل ترین ہے۔کیونکہ یہاں پر سید العالمین شفیع المذنبین ﷺ آرام فرما ہیں۔اس شہر سے محبت ایمان کا تقاضا اور امت پر نبی کریم ﷺ کا حق ہے۔

☆ حضرت ابنِ عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔''جو مدینہ میں

مرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے مدینہ منورہ میں ہی مرنا چاہیے جو اس میں مرے گا۔ میں اس کے لئے شفاعت کروں گا۔'' (مسند احمد، ترمذی)

ایک اور حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

☆ ''جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت ہوگی۔ (دارقطنی)

الغرض آپ ﷺ نے اپنی شفاعت کی ترغیب دے کر امت کو مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اور جس نے اس حق کی ادائیگی نہ کی۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے اپنی شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ''جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا'' (ابن عدی کامل)

پس ثابت ہوا کہ مدینہ طیبہ کی محبت، وہاں مرنے کی آرزو کرنا، مدینہ طیبہ کی حاضری اور روضہ انور کی زیارت ایک اہم حق ہے جو اُمتِ مصطفیٰ ﷺ پر واجب ہے۔

آیئے اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ وہ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم محسنِ اعظم ہادی کائنات رحمۃ اللعالمین نور مجسم سید عالم ﷺ کے تمام حقوق ادا کرنے کی سعادت سے نوازے جائیں۔ ہمارے قلوب کو عشقِ رسول ﷺ کے نور سے منور کرے۔ گفتار و کردار میں اسوہ مصطفیٰ ﷺ کو اپنانے اور آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر بجالانے اور آپ ﷺ کی بارگاہ کے آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور شاتمانِ رسول کی سرکوبی کا جذبہ عطا کرے۔ ہمہ وقت بارگاہ مصطفوی میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے رہنے کی سعادت بخشے، اہل بیت کی محبت دلوں میں اجاگر کرے اور مدینہ طیبہ سے والہانہ عقیدت والفت ہمارے سینوں میں جاگزیں کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

سرکار دو عالم ﷺ کی محبت اور سنت کی پابندی اصل فقیری ہے ایسے لوگوں کے ساتھ وابستگی کرنی چاہیے جس کی زندگی کی ہر ادا پر شریعت کا پہرا ہو۔ تاکہ انسان اپنے لئے قبولیت اور دوسروں کیلئے راہنمائی کا سامان بنے۔ فرمان مرشدِ کریم

''کشف المحجوب'' کی روشنی میں

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب
سابق وائس چانسلر محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف

حصہ دوئم

تصور علم کا دوسرا رُخ اس کے انتخاب کا معیار ہے۔ علم حاصل کرنا فرض ہے۔ مگر حیات انسانی محدود ہے تو کیونکر تمام شعبہ ہائے علم کا احاطہ ہوسکتا ہے۔ ترجیحات کا تعین ہر نظام تعلیم کا اہم ترین موضوع رہا ہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا اور کئی حوالوں سے غور کیا گیا مگر صاحب کشف المحجوب کا نظرِ بالغ نے یہ عقدہ چند لفظوں میں حل کر دیا۔ فرمایا علم نجوم، علم حساب، علم طب، صنعت و حرفت اور عجائبات عالم کا علم صرف اتنا فرض ہے جس قدر شریعت کی ضرورت ہے۔ جس علم کی احتیاج شریعت اسلامی پر عمل درآمد کے لئے لازم ٹھہرے وہ بہر حال حاصل کرنا یہ علم فرض ہے۔ یہ واضح رہے کہ حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ نے اس احتیاج سے ہٹے ہوئے علم کو حرام یا ناجائز قرار نہیں دیا کہ دنیاوی ضرورتوں اور شعبہ جاتی تقاضوں کی تکمیل، حیات انسانی کے لئے وسائل کی فراہمی کا سبب ہے۔ اور اس سے زندگی کی خوشگواری میں اضافہ ہوتا ہے۔ مگر آپ نے یہ بھی نہیں کہا کہ باقی علوم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اور نہ یہ کہا کہ حرام ہے۔ لیکن ایک اصول بیان فرما دیا۔ جو تحصیل علم کی حدود متعین کرنے میں مددگار رہے۔ اُن کے نزدیک فرضیتِ علم کے بعد ہر علم کو اُس کی نفع بخشی اور ضرر رسائی کے حوالے سے پرکھا جائے گا۔ اس پر انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے استشہاد کیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم (البقرہ:102)

اور وہ سیکھتے ہیں۔ وہ جو ان کو نقصان دے اور اُن کو نفع نہ دے۔ ضرر رساں علم، نہ صرف

یہ کہ فرض نہیں جائز بھی نہیں کہ مقصود علم، بھلائی ہے نقصان نہیں۔ اب اس پیانہ پر ہر علم کو تولا جا سکتا ہے۔ بعض علوم سرتا پا ممنوع قرار پائیں گے کہ اُن کا ہر مظہر فساد فی الخلق کا باعث ہے۔ اور بعض علوم، جواز کی سند پانے کے باوجود علم حاصل کرنے والے کے مقاصد کی مناسبت سے اُس کے لئے ناجائز اور غیر محمود ہوں گے۔ علم طب ایک نفع بخش علم ہے اور اس کے تحصیل مستحسن ہے مگر اُس شخص کے لئے ناجائز ٹھہرے گا جو اس سے انسانیت کی مجبوریوں سے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل چاہتا ہے اسی لئے حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واضح حدیث سے استنباط کیا۔ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ۔

اعوذبك من علم لا ينفع

میں ایسے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے

معیار واضح ہے کہ ہر علم کو انسانی وضرر کے حوالے سے پرکھا جائے۔ نفع دینے والا علم سیکھا جائے اور نقصان دینے والے علم سے اجتناب کیا جائے۔

فرضیتِ علم اور انتخاب علم کے بعد عمل کا مرحلہ ہے۔ جانا اس لئے جاتا ہے کہ اُس سے عمل کی تقویم اور راستی کا ظہور ہو وگرنہ علم بلا مقصد ہوتا۔ پھر اُس کی نفع بخشی یا ضرر رسائی کا فیصلہ کیونکر ہوگا۔ ٹائم ٹیبل یاد کرنے سے سفر طے نہیں ہوتا اور نہ ہی گردان رٹنے سے کلام کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ اس لئے علم کا لازمی نتیجہ وہ عمل ہے جس میں عل کی کارفرمائی ہے۔ صاحب کشف المحجوب نے ایک حدیث روایت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

المتعبد بلا فقه كالحمار في الطاحونة

یعنی علم کے بغیر عبادت گزار کولہو کے بیل کی طرح ہے۔

کہ مسلسل چلنے کے باوجود جب دیکھو پہلے قدموں پر کھڑا ہے۔ پیش قدمی اور تقدم اُس کا نصیب نہیں اس لئے راہ یابی کی فراست اور مسافت سے آگہی ضروری ہے۔ عمل کو علم کی تنویر چاہیے اور علم کو عمل کی تعبیر۔ کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہیں۔ حضرت داتا رحمۃ اللہ

علیہ نے اُن دونوں گروہوں کا رد کیا ہے۔ جو یا تو علم پر ہی قانع ہو جاتے ہیں۔ یا صرف عمل کی مدار نجات گردان لیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک عمل بغیر علم کے عمل کہلانے کا مستحق ہی نہیں عمل وہی صحیح ہوتا ہے۔ جو علم کی روشنی مُس ادا ہو جیسا کہ نماز، نماز نہیں ہوتی جب تک نماز قائم کرنے والے کو ارکانِ طہارت کا علم، پانی کی پہچان، قبلہ کی واقفیت، نیت نماز کا علم اور ارکانِ نماز کا علم نہ ہو۔ عمل بغیر علم بدعملی ہے اورت علم بے عمل، علم نہیں خود فریبی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نبذ فريق من الذين اوتو الكتب كتب الله ورآء ظهورهم كانهم لا يعلمون (البقرۃ101)

اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا گویا کہ اُن کو علم ہی نہیں

اہل کتاب کے ایک گروہ نے کتاب پر عمل سے انحراف کیا تو کہا گیا گویا وہ علم ہی نہ رکھتے تھے۔ بے عمل عالم کو علماء کی صف سے خارج کر دیا گیا۔ کہ عمل، علم کا لازمی نتیجہ تھا۔ جو مرتب نہیں ہوا۔ جاہل لوگ، علم وعمل کی اس تفریق سے ہر دو کی حسنات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے علم کی نہیں عمل کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ بے علم اصحاب سجادہ کا حال ہے تو کوئی کہتا ہے علم چاہیے عمل کی ضرورت نہیں کہ یہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ عصر حاضر کا دانش ور کہلانے والا طبقہ کہتا ہے۔ اس باہمی ربط کی وضاحت کے لئے کشف المحجوب میں حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت نقل ہوئی کہ انہوں نے راستے میں ایک پتھر دیکھا جس پر لکھا تھا۔ مجھے پلٹ کر دیکھو، پلٹا گیا تو اُس پر لکھا تھا۔

همة العلماء الدراية وهمة السفهاء الرواية

یعنی علم کی ہمت کا میدان درایت ہے یعنی عقل وتدبر اور غور وفکر جبکہ نادانوں کی ہمت روایت پر اکتفا کرتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا محض روایات پر انحصار رکھنا اور استدلال واستنباط سے راہوں کو کشادہ نہ بنانا جہالت ہے اور بے عملی ہے۔ علماء ہمہ تن فعال ہوتے ہیں اور اُن کا علم اُن کو جدوجہد پر

اُکساتا رہتا ہے۔

تین بنیادی مباحث کی وضاحت کے بعد ایک اہم نکتہ ارشاد فرمایا کہ علم ہو یا عمل ان کا مقصود، لطائف خداوندی کا حصول ہونا چاہیے۔ علم کی برتری اور عمل کی معراج رضاءِ رب کا حاصل کرنا ہے۔ دنیا، دنیا کی دولت یا عزت مطلوب نہیں۔ یہ اگر حاصل ہو جائے تو الگ بات ہے مگر ارباب دانش وفکران کو کعبہ مسجود نہیں بناتے۔

غور فرمایئے کس عمدہ طریقے سے علم کی فرضیت، حدود، انتخاب واختیار اور اس کے مقاصد واضح کر دیئے گئے۔ علم فرض ہے علم نفع بخش ہے اور علم، عمل کی صورت میں جلوہ گر ہے اور اس کا مقصود دنیا نہیں خالقِ کائنات کی رضا ہے۔

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے علم الٰہی کی برتری اور سرمدی حیثیت کا ذکر کیا اور پھر علم مخلوق کی محدودیت اور کم تر ہونے کا تذکرہ فرمایا تا کہ واضح ہو سکے کہ مخلوق کا علم ناقص بھی ہے اور انتہائی محدود بھی۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل: 85)

یعنی تم کو علم میں سے صرف قلیل دیا گیا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد

واللہ محیط بالکفرین (البقرہ: 19)

اور اللہ تعالیٰ کافروں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور یہ

واللہ بکل شیء علیم (البقرہ: 282)

اور اللہ تعالیٰ ہر شی کو جاننے والا ہے

ایصال ثواب کیجئے (تمام اُمتِ مرحومہ کیلئے)

استاذ العلماء حضرت علامہ خواجہ وحید احمد قادری صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ راولپنڈی میں انتقال فرما گئی۔ اللہ کریم بخشش فرمائے اور شفاعت رسول ﷺ نصیب فرمائے۔ آمین (ادارہ)

سفر مجمع البحرین

از: علامہ منصور حسین تنویر صاحب

ایک روایت ہے کہ جب فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ساتھ مصر میں قرار نصیب ہوا تو ایک دن موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اس طرح مکالمہ شروع ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: خداوند تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب کون سا بندہ ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو میرا ذکر کرتا ہے اور مجھے کبھی فراموش نہ کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور کبھی بھی خواہش انسانی کی پیروی نہ کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو ہمیشہ اپنے علم کے ساتھ دوسروں سے علم سیکھتا رہے تا کہ اس طرح اُسے کوئی ایسی بات مل جائے جو اُسے ہدایت کی طرف راہنمائی کرے یا اس کو ہلاکت سے بچا لے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اگر تیرے بندوں میں مجھ سے زیادہ علم والا ہو تو مجھے اس کا پتہ دے۔

اللہ تعالیٰ: ''خضر'' تم سے زیادہ علم والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں انہیں کہاں تلاش کروں؟

اللہ تعالیٰ: ساحل سمندر پر چٹان کے پاس

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں دریا کیسے اور کس طرح پہنچوں؟

اللہ تعالیٰ: تم ایک ٹوکری میں ایک مچھلی لے کر سفر کرو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے۔ بس وہیں خضر سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ (مدارک التنزیل ج ۳ پ ۱۵ الکھف ٦٠)

س کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم اور شاگرد حضرت یوشع بن نون افرائیم بن یوسف علیہ السلام کو اپنا رفیق سفر بنا کر ''مجمع البحرین'' کا سفر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے

چلتے جب بہت دور چلے گئے تو ایک جگہ سو گئے۔ اُسی جگہ مچھلی ٹوکری میں سے تڑپ کر سمندری میں کود گئی۔ اور جس جگہ پانی میں ڈوبی وہاں پانی میں ایک سوراخ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نیند سے بیدار ہو کر چلنے لگے۔ جب دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے مچھلی طلب فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ چٹان کے پاس جہاں آپ سوئے تھے مچھلی کود کر سمندر میں چلی گئی اور میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس جگہ کی تلاش تھی۔ بہر حال پھر آپ اپنے قدموں کے نشانات کو تلاش کرتے ہوئے اُس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی جگہ بتائی گئی تھی۔ وہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو سلام کیا تو انہوں نے تعجب سے فرمایا۔ کہ اس زمین میں سلام کرنے والے کہاں سے آ گئے؟ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ میں ''موسیٰ'' ہوں۔ تو انہوں نے دریافت کیا کہ کون موسیٰ؟ کی آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جی ہاں۔

تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا۔ کہ اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم عطا فرمایا جس کو آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے۔ جس کو میں نہیں جانتا۔ مطلب یہ تھا کہ میں علم ''اسرار'' جانتا ہوں۔ جس کا آپ کو علم نہیں۔ اور آپ ''علم الشرائع'' جانتے ہیں۔ جس کو میں نہیں جانتا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے خضر! کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم دیئے ہیں آپ کچھ مجھے بھی تعلیم دیں۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ک آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں ان شاء اللہ صبر کروں گا۔ اور کبھی بھی کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے کسی بات کے متعلق کوئی سوال نہ کریں۔ یہاں تک کہ میں خود آپ کو بتا دوں۔ غرض اس عہد و معاہدہ کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون علیہم السلام کو اپنے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کنارے چلنا شروع کر

دیا۔ یہاں تک کہ ایک کشتی پر نظر پڑی۔ اور کشتی والوں نے ان تینوں صاحبوں کو کشتی پر سوار کر لیا۔ اور کشتی کا کرایہ بھی نہیں مانگا۔ جب یہ لوگ کشتی میں بیٹھ گئے۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے جھولے میں سے کلہاڑی نکالی اور کشتی کو پھاڑ کر اُس کا تختہ نکال کر سمندر میں پھینک دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سے یہ سوال کر بیٹھے

کہ **اخد قتها لتغرق اهلهاج لقد جئت شيئا امدا** پ۱۵ سورۃ الکہف

: ترجمہ کنز الایمان۔ کیا تم نے اسے اس لئے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈوبا دو بے شک یہ تم نے بری بات کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا۔ کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں نے بھول کر سوال کر دیا۔ لہٰذا آپ میری بھول پر گرفت نہ کیجئے۔ اور میرے کام میں مشکل نہ ڈالئے۔ پھر یہ حضرات کچھ دور آگے کو چلے۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک نابالغ بچے کو دیکھا جو اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے گلا دبا کر اور زمین پر پٹک کر اُس بچے کو قتل کر دیا۔ یہ ہوش ربا خونی منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صبر کی تاب نہ رہی اور آپ نے ذرا سخت لہجے میں حضرت خضر علیہ السلام سے کہہ دیا۔

اقتلت نفسا زكية بغير نفس ط لقد جئت شيئا نكرا ۷۴ پ۱۵ سورۃ الکہف

ترجمہ کنز الایمان:۔ موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی بے جان کے بدلے قتل کر دی بیشک تم نے بہت بری بات کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پھر یہی جواب دیا کہ کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا اب اگر میری طرف سے آپ کچھ پائیں یعنی میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ میرے ساتھ نہ رہیے گا۔ اس میں شک کہ میری طرف سے آپ کا عذر پورا ہو چکا ہے۔ پھر اس کے بعد ان حضرات نے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ایک گاؤں میں پہنچے اور گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا۔ مگر گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی ان صالحین کی دعوت نہیں کی۔ پھر

ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسمِ اعظم پڑھ کر دیوار سیدھی کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بد اخلاقی سے بیزار تھے۔ آپ کو غصہ آ گیا۔ برداشت نہ کر سکے۔ اور یہ فرمایا۔ **لو شئت لتخذت علیہ اجراً** (۷۷ پ ۱۶ سورۃ الکھف) ترجمہ کنز الایمان: تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہہ دیا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے۔ اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے ان کا راز میں آپ کو بتا دوں گا۔ سنئے جو کشتی میں نے پھاڑ ڈالی وہ چند مسکینوں کی تھی۔ جس کی آمدنی سے وہ لوگ گزر بسر کرتے تھے اور آگے ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا جو سالم اور اچھی کشتیوں کو چھین لیا کرتا تھا اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ تو میں نے قصداً ایک تختہ نکال کر اُس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ ظالم بادشاہ کے غضب سے محفوظ رہے۔ اور جس لڑکے کو میں نے قتل کر دیا اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے۔ اور یہ لڑکا پیدائشی کافر تھا۔ اور والدین لڑکے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اور اُس کی ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ تو ہمیں یہ خوف و خطرہ نظر آیا کہ وہ لڑکا کہیں اپنے والدین کو کفر سے بچالیا۔ اب اُس کے والدین صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُس لڑکے کے بدلے میں اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائیگا۔ جو ایک نبی سے بیاہی جائے گی۔ اور اس کے شکم سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ایک امت کو ہدایت کریگا۔ اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرنے کا راز یہ تھا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا۔ اور ان دونوں کا باپ ایک صالح اور نیک تھا۔ اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے لے لیتے۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ اس لئے ابھی اس نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے۔ اور اے موسیٰ علیہ السلام! آپ یقین و اطمینان رکھیں کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اپنی طرف سے نہیں کیا ہے بلکہ میں نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ س کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس چلے آئے۔ (مدارک التنزیل ج ۳ پ ۱۵۔ ۱۶ سورۃ الکھف)

ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسمِ اعظم پڑھ کر دیوار سیدھی کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بد اخلاقی سے بیزار تھے۔ آپ کو غصہ آ گیا۔ برداشت نہ کر سکے۔ اور یہ فرمایا۔ لو شئت لتخذت علیہ اجراً (۷۷ پ ۱۶ سورۃ الکھف) ترجمہ کنز الایمان: تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہہ دیا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے۔ اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے ان کا راز میں آپ کو بتا دوں گا۔ سنئے جو کشتی میں نے پھاڑ ڈالی وہ چند مسکینوں کی تھی۔ جس کی آمدنی سے وہ لوگ گزر بسر کرتے تھے اور آگے ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا جو سالم اور اچھی کشتیوں کو چھین لیا کرتا تھا اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ تو میں نے قصداً ایک تختہ نکال کر اُس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ ظالم بادشاہ کے غضب سے محفوظ رہے۔ اور جس لڑکے کو میں نے قتل کر دیا اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے۔ اور یہ لڑکا پیدائشی کافر تھا۔ اور والدین لڑکے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اور اُس کی ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ تو ہمیں یہ خوف و خطرہ نظر آیا کہ وہ لڑکا کہیں اپنے والدین کو کفر سے بچالیا۔ اب اُس کے والدین صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُس لڑکے کے بدلے میں اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائیگا۔ جو ایک نبی سے بیاہی جائے گی۔ اور اس کے شکم سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ایک امت کو ہدایت کریگا۔ اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرنے کا راز یہ تھا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا۔ اور ان دونوں کا باپ ایک صالح اور نیک تھا۔ اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے لے لیتے۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ اس لئے ابھی اس نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے۔ اور اے موسیٰ علیہ السلام! آپ یقین و اطمینان رکھیں کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اپنی طرف سے نہیں کیا ہے بلکہ میں نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ س کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس چلے آئے۔ (مدارک التنزیل ج ۳ پ ۱۵۔ ۱۶ سورۃ الکھف)

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تعمیرِ اخلاق

از: استاذ العلماء خواجہ وحید احمد قادری صاحب

(پہلی قسط)

ایک لفظ ہے خَلق، دوسرا لفظ ہے خُلق، خَلق کا معنی ہے صورت، شکل، وجود، خُلق کا معنی ہے مزاج، رویہ، عادت وغیرہ، خَلق کی جمع خلوق ہے اور خُلق کی جمع اخلاق، اخلاق میں کسی شخص یا جماعت یا پوری اولادِ آدم کے عادات، آداب طور طریقے اور رویے آجاتے ہیں۔ گویا خلق صورت ہے اور خُلق سیرت۔ کسی شخص کی صورت، شکل، حلیہ اور ہیت میں تبدیلی ممن نہیں۔ لیکن طرزِ عمل رویہ پسند و ناپسند اور اسلوبِ عمل کو بدلا جا سکتا ہے۔ آدمی کی فطرت میں اللہ نے یہ اہلیت ودیعت کی ہے کہ وہ تبدیلی قبول کرے۔ اس سے واضح ہوا کہ خَلق یعنی کسی شخص کی صورت کو نہیں بدلا جا سکتا۔ اسکو بناوٹ کے طریقوں سے عارضی طور پر سجایا یا بگاڑا جا سکتا ہے۔ مگر وہ جو اصلاً ہے۔ وہی رہتی ہے۔ اس کے مقابلے میں خُلق یعنی عادت طرزِ عمل وغیرہ میں تبدیلی ممکن ہے۔ اس لئے نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "حسنوا اخلاقکم" اپنے اخلاق، عادات، آداب اور رویے بہتر سے بہتر بناؤ اور یہ ہدایت بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی ہے۔ "تخلقوا باخلاق اللہ" یعنی اخلاق وہ اپناؤ جو اللہ کے اخلاق ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی یہ بھی ہے۔ کہ علم پڑھنے سے ہی آتا ہے۔ اور اخلاق سیکھنے اور اُن پر کاربند ہونے ہی سے آتے ہیں۔ اس سے یہ بھی عیاں ہوا کہ آدمی کے مزاج اور رویے میں تبدیلی کی صلاحیت موجود ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ رویے اور طرزِ عمل میں تبدیلی لانا لازماً بہتر تبدیلی نہیں۔ تبدیلی اچھی بھی ہو سکتی ہے۔ تبدیلی بُری بھی ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اولادِ آدم کو تعلیم و تربیت کے ذریعے برا بھی بنایا جا سکتا ہے۔ اچھا بھی بنایا جا سکتا ہے۔ آدمی کی طبیعت سادہ ورق کی طرح ہے۔ ماحول اس پر اپنے رنگ، خطوط اور نقش ثبت کرتا چلا جاتا ہے۔ ماحول سے مراد وہ تمام عناصر اور موثرات ہیں جو کسی فرد بشر کے مزاج اور

سیرت کی تشکیل میں مددگار ہوں۔ گھر کا محلِ وقوع بھی ماحول ہے گھر کے افراد بھی، مدرسے بھی نصابِ تعلیم بھی، اساتذہ بھی، قائدین بھی، حلقہ احباب بھی، کتابیں اخبارات و رسائل بھی، ٹی وی بھی، ریڈیو بھی، سیاسی اور معاشی احوال بھی وعلیٰ ھذا القیاس

رہا تہذیب کا معاملہ تو اس لفظ کا معنی ہے۔ چھلکے اُتارنا، مجازی معنی ہوا عادات و آداب سنوارنا۔ ان گھڑپن دور کرنا۔ تہذیب اور تربیت گھر سے شروع ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھا بنائے۔ اور اس کے عادات اور اطور کی اچھی سے اچھی شکل میں تربیت کرے۔

واضح ہوا کہ اچھے یا برے نام کا بھی سیرت و کردار پر اثر پڑتا ہے۔ ماحول اور خصوصاً ابتدائی ماحول بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک شخص کسی گواہی کے ضمن میں آیا۔ آپ نے نام پوچھا۔ اس نے بتایا۔ "ظالم" پوچھا۔ باپ کا نام، اس نے بتایا۔ "سارق" یعنی چور۔ آپ نے فرمایا۔ تو ظلم کرتا ہے۔ اور تیرا باپ چوری کا مرتکب ہوتا تھا۔ جس آدمی کا نام یہ ہو اس کی گواہی کیسی، بھاگ جا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے واضح ہوا کہ نام بھی شخصیت کو کوئی رنگ دیتا ہے۔ ایک شخص کا نام ظالم ہو اور وہ عاقل و بالغ ہو کر بھی "ظالم" کے نام سے پکارے جانے میں قباحت محسوس نہ کرتا ہو تو اس کی طبیعت میں ظلم و ناانصافی کے خلاف ردِ عمل کیونکر پیدا ہوگا؟

رہا ماحول کے باب میں باپ کا فرض تو ظاہر ہے کہ ہر باپ اپنے حدود اختیار اور حیثیت کے مطابق ہی کچھ کر سکتا ہے۔ مگر یہ اس پر لازم ہے کہ اپنی ہمت اور درجے کے مطابق جو کچھ کر سکتا ہو کرے۔ وہ دیکھے کہ اس کے عمل میں وہ گندگی نہیں جو بچے کے مزاج کو غلیظ انداز میں پروان چڑھائے۔ وہ دیکھے کہ ماں اور بڑے بہن بھائی کیا کرتے ہیں۔ جس گھر میں گالیاں بکی جاتی ہوں۔ چوریاں کی جاتی ہوں۔ جھوٹ بولے جاتے ہوں۔ اپنے اور پرایوں کو پیٹھ پیچھے برا کہا جاتا ہو۔ وعدے توڑنے کے لیے اور دھوکہ دینے کی خاطر کیے جاتے ہوں ایک ہی بات ایک شخص سے ایک طرح اور دوسرے شخص سے دوسری طرح بیان کیجاتی ہو۔ تو بچہ اُسی رنگ میں رنگا جاتا

ہے۔وہ گالی بھی دیتا ہے۔گندگی بھی اپنا تا ہے۔جھوٹا بھی ہوتا اور منافق بھی۔

رہا گھر سے باہر کا ماحول تو وہ پوری سوسائٹی کی ذمہ داری ہے ہر گھر کا سربراہ اگر باشعور ہو تو سوسائٹی کے افراد بہتر سیرت کے مالک ہو سکتے ہیں۔تعلیمی ماحول کا صاف ستھرا ہونا اور جھوٹ، منافقت، گندگی سے پاک ہونا ضروری ہے وغیرہ۔گھر کے ماحول کے ساتھ ساتھ باہر کے ماحول کا بھی صحیح ہونا لازم ہے۔مدرسے میں استاد باپ کی طرح ذمہ دار ہے۔اور پوری سوسائٹی کے لئے بہتر سے بہتر حالات زندگی مہیا کرنا حکومت کا بھی فرض ہے۔جس طرح گھر میں باپ اور مدرسے میں استاد ذمہ دار ہے۔اسی طرح پورے معاشرے کے ضمن میں حکومت کو باپ ہی کا مقام حاصل ہے۔ہر حاکم کو درجہ بدرجہ معلم اخلاق بھی ہونا چاہیے۔اسکا رویہ دوسروں پر خصوصاً زیر دستوں پر، ماتحتوں پر اور اُن پر جن کو ان سے واسطہ پڑتا ہے۔اثر انداز ہوتا ہے۔اس طرح اسلام کے احکام کی روشنی میں جو شخص بھی سربراہ حکومت ہو۔وہ معاشرے کی اجتماعی اخلاقی حالت کے ضمن میں سب سے بڑھ کر ذمہ دار قرار پاتا ہے۔تم میں سے ہر ایک گلہ بان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنے گلے کے ضمن میں جواب دہ ہے۔علم کا تعلق معلومات سے ہے۔اخلاق کا تعلق اعمال سے ہے۔علم لفظی ہدیہ ہے اور اخلاق عملی تحفہ، لفظی تعلیم کا معنی اخلاقی تربیت ہرگز نہیں۔بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص نے بہت کچھ پڑھ لکھ رکھا ہو۔اس کا ظاہر بڑا سجا سجایا ہو، زبان پر سے علمی اصطلاحیں پھولوں کی طرح جھڑتی ہوں مگر وہ شخص اخلاق و آداب کی رو سے بالکل حیوان ہو بلکہ وحشی اور خونخوار حیوان، اسی طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم کا وہ حصہ جو تربیتِ اخلاق سے تعلق رکھتا ہو۔اگر عمل سے بے تعلق رہے تو بے معنی الفاظ کا مجموعہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت آئینہ قرآن ہے۔آپ ﷺ کی جان ہیں۔اس لیے کہ آپ کے اعمال اور آپ ﷺ کی سیرت میں قرآن پاک کے اوامر و نواہی از روئے عمل جلوہ گر ہوتے ہیں۔آپ ﷺ نے کس کس کام کا حکم دیا اور وہ کس کام سے روکا۔بس اُمت اسلامیہ کے لئے یہی کچھ تربیتِ اخلاق کا محور ہے۔

(جاری ہے)

عقل کی زکوٰۃ

از: پروفیسر ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ

''ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے۔اور عقل کی زکوٰۃ بے وقوفوں کی باتوں پر تحمل کا اظہار کرنا ہے''۔

زکوٰۃ دراصل اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمت کا شکرانہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو مال عطا فرمایا ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کے تشکر کے جذبات سے لبریز ہو کر اس مال کا ایک حصہ اپنے پاک رب کے نام پر لٹا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں میں سے عقل و دانش ایک بہت بڑی نعمت ہے۔عقل سلیم میں معرفت الٰہی کا ذریعہ بنتی ہے اور احکامات الٰہی کی تعمیل میں گئی کہ وہ اپنی عقل و دانش سے کام لے اور کائنات میں خدا کے بکھرے ہوئے جلووں کا مشاہدہ کرے۔

کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر راہگذر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ ۔۔۔ اقبالؒ

عقل کوئی مادی چیز تو ہے کہ انسان اس کا ایک مخصوص راہ خدا میں قربان کر دے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں۔کہ نعمت عقل کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان بے وقوفوں کی باتوں کو برداشت کرے۔ان کی احمقانہ باتوں پر اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دے بلکہ تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرے۔اس کا یہ عجز و انکسار ہی اس کے بڑے پن کی علامت ہوگا۔

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

یہ بات ویسے بھی بڑی عجیب محسوس ہوتی ہے۔کہ ایک انسان، کسی دوسرے کے متعلق یہ بھی کہے کہ وہ بے وقوف ہے۔کم عقل ہے۔اور جاہل ہے۔اور اس کی ہر بات کا ترکی بہ ترکی

جواب دینا بھی اپنے اوپر فرض عین سمجھے۔ کیونکہ بے وقوفی یا حماقت کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے۔ کہ جس کی گٹھری باندھ کے اس نے اپنے سر پہ اُٹھا رکھی ہے یا اس کے ماتھے پہ لکھا ہے۔ کہ یہ احمق یا بیوقوف ہے۔ ظاہر ہے اس کی باتیں یا اعمال ہی اس کی حماقت یا بے وقوفی کا مظہر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی انسان اپنے آپ کو عقل و دانش کا ہمالہ تو سمجھے لیکن بیوقوف کی باتوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینا اپنے اوپر لازم سمجھے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینا اپنی عزت و شرافت کا معیار بنائے۔ تو کیا یہ اس سے بڑھ کر بیوقوفی اور حماقت کا مظاہرہ تو نہیں کر رہا؟ اگر ایک اینٹ کے جواب میں دو پتھر مارنے کی روش ہی بہادری اور طاقت کا مظاہرہ سمجھا جائے گا۔ پھر تو تمام راستے اینٹوں اور پتھروں سے ہی بھر جائیں گے۔ حضرت بابا نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوبصورت بات فرمائی ہے۔

اگر کوئی تیری راہ میں کانٹا رکھے اور تو بھی اس کے عوض کا کانٹا رکھ دے تو ہر طرف کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ عام لوگوں کا دستور یہ ہے۔ کہ وہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں۔ مگر درویشوں کا یہ دستور نہیں ہے۔ یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیے۔

آپ اکثر یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے۔

ہر کہ مارا رنج داد راحتش بسیار بود
ہر کہ ما را یار نبود ایزد اور را یار بود
ہر کہ او خارے نہد در راہ ما ز دشمنی
ہر گلے کے باغ عمرش بشگفد بے خار بو د

ترجمہ: جو بھی ہمیں دکھ دے۔ اللہ اس کی راحتوں کو سدا سلامت رکھے۔ جو ہمارا دوست نہ ہو۔ پروردگار عالم اسے اپنے حلقہ دوستی میں لے لے۔ جو ہمارے راستے میں دشمنی کے سبب کانٹے بچھائے۔ اس کی عمر کے باغ کا ہر پھول بغیر کانٹوں کے لہلہاتا رہے۔

اگر احمق کی بات کا جواب اسی طرح دیا تو پھر نعمت عقل کا شکرانہ تو ادا نہ ہوا۔ بڑا پن

ترکی بہ ترکی جواب دینے سے ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ پتھر کے جواب میں دعا دے کر اعلیٰ ظرف کا مظاہرہ کرنے سے ہوتا ہے۔ ورنہ عقل مند کہلانے کا کوئی جواز باقی نہیں رہے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات بیان فرماتے ہوئے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی۔

ترجمہ:۔ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوں تو وہ کہتے ہیں بس سلام"

یعنی جاہلوں کی بات کا جواب انہیں کے انداز میں نہیں دیتے بلکہ ان کے لئے سلامتی کی دعا کر کے الگ ہو جاتے ہیں۔ اور ان سے الجھتے نہیں ہیں۔ علامہ ابن کثیر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ:۔ یعنی جب جاہل بری بات کے ساتھ بے وقوفی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تو وہ اسی طرح اس کا جواب نہیں دیتے بلکہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ اور عفو درگزر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور بھلائی کے سوا کوئی بات نہیں کہتے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی شان کا ایک پہلو یہ ہے۔ کہ جاہل کی شدت آپ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی تھی۔

یعنی جاہل کا جواب اسی انداز میں دینا کوئی دلیری اور بہادری نہیں ہے۔ جنہیں اللہ کی محبت نصیب ہو جائے وہ تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کر کے اپنی عقل و دانش کا شکرانہ ادا کرتے ہیں اور جاہل کی جہالت زیادہ ہو جائے تو ان کا حلم اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ امام فخر الدین رازی اس مقام پر سلام کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ممکن ہے یہاں اسلام کے مراد جاہلوں کے لئے سلامتی طلب کرنا اور خاموشی اختیار کرنا ہو۔ یا اس سے مراد انہیں ان کے برے طریقے پر متنبہ کرنا ہو تا کہ وہ اس سے باز آئیں وہ ممکن ہے یہاں سلام سے مراد، اُلجھنے سے بچنا ہو اور ممکن ہے یہاں سلام سے مراد جہل کے مقابلہ میں حلم کا اظہار کرنا ہے۔

یہاں ''سلام'' سے کوئی بھی معنی مراد لیا جائے۔ یہ حقیقت ہر حال میں ثابت ہو رہی

ہے۔ کہ اللہ کے بندے جہالت کا جواب جہالت سے اور حماقت کا جواب حماقت سے نہیں دیتے بلکہ اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عفوودرگزر سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ یہی ان کی عقل کی زکوٰۃ ہے۔ جو احمقوں کی بات پر تحمل کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت کا سامان پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرت نعمان بن مقرن مزنی فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی نے دوسرے کو برا بھلا کہا۔ جسے برا بھلا کہا گیا تھا۔ اس نے کہا اور تم پر سلامتی ہو تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان ایک فرشتہ متعین تھا جو تمہارا دفاع کر رہا تھا۔ جب وہ شخص تمہیں سب وشتم کر رہا تھا۔ تو فرشتہ اسے کہہ رہا تھا۔ کہ ایسا تو ہی ہے اور تو ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جب تو نے اس سے کہا کہ تم پر سلامتی ہو تو فرشتے نے کہا نہیں بلکہ تم پر سلامتی ہو اور تمہیں اس شرف کے زیادہ مستحق ہو۔ (۵)

اس روایت سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ جو بیوقوف کی بات پر تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی حفاظت کا سامان فرماتا ہے اور اسے عزت و شرف سے نوازتا ہے۔ اور یہی وہ طریقہ ہے جو بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لاتا ہے اور بگڑے ہوؤں کو سنوار دیتا ہے۔ اگر رسول کریم ﷺ اس کافر کے ساتھ جو آپ کو شہید کرنے کے لئے تلوار لہرا رہا تھا۔ اسی کے عمل کے مطابق رویہ اختیار کرتے تو کیا وہ کفر شرک کی نجاستوں سے پاک ہو سکتا؟ اگر اہل مکہ کو لاتثریب علیکم الیوم فاذھبوا وانتم الطلقاء کا مژدہ جانفزانہ سنایا جاتا تو کیا ان کے دل نور ایمان سے منور ہو جاتے؟ حضور اکرم ﷺ کی تو پوری حیات ظاہری اس چیز کا ایک واضح ثبوت ہے کہ جاہلوں اور احمقوں کے ساتھ عفوودرگزر کا رویہ اختیار کیا جائے تو اپنے لئے بھی عزت و شرف کی علامت ہے۔ اور ان کے لئے بھی سدھرنے اور سنورنے کا سبب ہے۔ یہی عقل و دانش کی زکوۃ ہے اور یہی نعمت عقل کا شکرانہ ہے۔

جتنا عقل کا شکرانہ زیادہ ادا کیا جاتا ہے اتنا ہی بے وقوفوں کی باتوں پر تحمل اور بردباری

کا اظہار زیادہ کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے کہ ایک آدمی آپ کو برا بھلا کہنے لگا اور سب وشتم کرنے لگا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے غلام اور ساتھی غصہ میں اس کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ٹھہرو! اسے کچھ نہ کہو۔ پھر خود ہی اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہماری زیادہ تر باتیں اور حالات تم سے پوشیدہ ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہاری کوئی ضرورت ہے جو میں پوری کر سکوں؟ وہ آدمی نادم وشرمندہ ہو گیا۔ آپ نے اپنا لبادہ اتار کر اس کو دے دیا اور ایک ہزار درہم بھی عطا فرمائے۔ اس واقعہ کے بعد جب بھی اس شخص کی نظر آپ پر پڑتی تو وہ پکار اُٹھتا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اولاد رسول ﷺ ہیں۔ (۶)

ایسے ہی جب ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ بھائی! اگر میں ویسا ہی ہوں جیسا آپ کہہ رہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ رات کو گشت کرتے رہے اور صبح مسجد میں پہنچے تو آپ کا پاؤں کسی آدمی سے ٹکرا گیا۔ وہ آپ پہچانتا نہیں تھا۔ اس نے غصے سے کہا۔ کیا تم اندھے ہو؟ تو آپ نے نہایت تحمل سے فرمایا۔ نہیں کہ میں اندھا نہیں ہوں۔ اس شخص کی اس گستاخی پر لوگ اسے مارنے کو دوڑے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیوں مارتے ہو؟ لوگ کہنے لگے کہ اس نے آپ کی گستاخی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں! اس نے ایک سوال پوچھا تھا۔ میں نے اس کا جواب دے دیا۔ اس میں ناراض ہونے والی کون سی بات ہے؟

بے وقوفوں کی باتوں پر اس طرح تحمل و بردباری کا مظاہرہ کرنا ہی انسانی عظمت ہے اور یہی نعمتِ عقل کی زکوٰۃ ہے۔

حضرت بایزید بسطامی ایک مرتبہ قبرستان سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں بسطام کا ایک نوجوان بربط بجا رہا تھا۔ جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

العلی العظیم: نوجوان یہ سن کر سخت غصے میں آیا۔ اس نے شدت غضب سے بربط آپ کے سر پر دے مارا۔ بربط ٹوٹ گیا اور آپ کے سر پر چوٹ لگی۔ جب آپ اپنے گھر پہنچے تو صبح کے وقت بربط کی قیمت اور حلوے کا ایک طباق اس نوجوان کے پاس بھیج دیا اور خادم کی زبانی معذرت کا پیغام بھی بھیجا اور فرمایا۔ کہ اس نوجوان سے کہنا کہ بایزید تم سے معذرت چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کل بربط میرے سر پر توڑا۔ اس کی قیمت لے لو اور دوسرا خرید لو اور یہ حلو کھالو کہ اس کے ٹوٹنے کا غصہ اور تلخی تمہارے دل سے جاتی رہے۔ جب نوجوان نے یہ دیکھا تو حاضر خدمت ہوا۔ اس کے دل کی کدورتیں دھل گئیں۔ اس نے توبہ کی اور اپنے گناہوں پر بہت رویا۔ اس کے بہت سے ساتھ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تائب ہوئے۔ (۷)

حوالہ جات:

۱۔ فوائد الفواد (ہشت بہشت) ص ۸۰۸، مرتبہ، حضرت امیر حسن علی سنجری، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور
۲۔ الفرقان: ۲۵:۶۳
۳۔ تفسیر القرآن العظیم: ۳/۳۱۴، علامہ ابن کثیر الدمشقی، دار الحدیث، القاہرہ
۴۔ التفسیر الکبیر: ۲۴/ ۱۰۸، امام فخر الدین رازی، مکتب الاعلام الاسلامیہ
۵۔ تفسیر القرآن العظیم: ۳/۳۱۴ علامہ ابن کثیر الدمشقی، دار الحدیث، القاہرہ
۶۔ صفوۃ الصفوۃ: ۲/۵۶ ابن جوزی بحوالہ المرتضیٰ: ص ۳۸۶، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی
۷۔ مخزن اخلاق، ص ۲۹۴، مولانا رحمت اللہ سبحانی، ناشران قرآن، اردو بازار، لاہور

قارئین کرام! ماہنامہ مجلہ محی الدین فیصل آباد کو

جشن عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہو

آؤ عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ کے مطابق گزاریں گے اور خدمت دین کر کے اپنی عاقبت سنواریں گے۔ (ادارہ)

گرامی قدر جناب .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سالانہ عرس مبارک

چانسلر محی الدین اسلامی یونیورسٹی • چیئرمین محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل
بانی محی الدین اسلامی میڈیکل کالج میرپور، ڈاکٹر محی الدین انٹرنیشنل گرلز کالج انگلینڈ

مرکزی جامع مسجد محی الدین
سدھار جھنگ روڈ فیصل آباد

پروگرام انشاء اللہ تعالیٰ

آغاز تقریب سعید 9 بجے صبح ____ تلاوت، نعت خوانی
خطاب ذیشان ____ مرشد کریم حضرت پیر علاؤالدین صدیقی صاحب
نماز جمعۃ المبارک 1 بجے ____ بعد نماز جمعۃ المبارک لنگر صدیقیہ

عرس مبارک کی تقریب سعید میں شرکت فرما کر قلوب و اذہان کو منور فرمائیں

خاکپائے مرشد
الداعی حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی خطیب مسجد ھذا
خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد
0321-7611417,0345-7796179